سلسلہ

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

خطبات مدراس

سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر آٹھ خطبے

تالیف

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

مجاز بیعت

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

(ناشر)

عماد پبلی کیشنز

پہلا خطبہ

انسانیت کی تکمیل

صِرف انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی سیرتوں سے ہی ہو سکتی ہے

دُنیا کا یہ طلسمی کارخانہ رنگا رنگ عجائبات سے معمور ہے۔ قسم قسم کی مخلوقات ہیں ہر مخلوق کی علیحدہ علیحدہ صفتیں اور خاصیتیں ہیں۔ جمادات سے لے کر انسان تک اگر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ بتدریج اور آہستہ آہستہ ان میں احساس، ادراک اور ارادہ کی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ جمادات کی ابتدائی قسم مثلاً ذرّات (ایٹمز) یا پتھر ہر قسم کے احساس، ادراک اور ارادہ سے خالی ہے۔ جمادات کے اور اقسام میں ایک طرح کی زندگی کا ہلکا سا نشان ملتا ہے۔ نباتات میں احساس کی ایک غیر ارادی کیفیت نشوونما کی صورت میں جلوہ گر معلوم ہوتی ہے۔ حیوانات میں احساس کے ساتھ ارادہ کی حرکت بھی ہے۔ انسان میں احساس، ادراک اور ارادہ پُورے کمال کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ یہی احساس ادراک اور ارادہ ہماری تمام ذمّہ داریوں کا اصلی سبب ہے۔ مخلوق کی جس صنف میں جس حد تک یہ چیزیں کم ہیں اسی حد تک وہ ارادی فرائض کی ذمّہ داریوں سے آزاد ہے۔ جمادات سرے سے ہر قسم کے فرائض سے محروم ہیں۔ نباتات میں زندگی اور موت کے کچھ فرائض پیدا ہو جاتے ہیں۔ حیوانات میں کچھ اور فرائض بڑھ جاتے ہیں۔ انسان کو دیکھیے تو وہ فرائض کی پابندیوں سے سراسر جکڑا ہُوا ہے۔ پھر انسان کے مختلف افراد پر نظر ڈالیے تو مجنوں،

پاگل، بے وقوف بچے، ایک طرف اور عاقل، بالغ، دانا، ہشیار عالم دوسری طرف اسی احساس، ادراک اور ارادہ کی کمی و بیشی کے لحاظ سے اپنے اپنے فرائض کچھ نہیں رکھتے یا کم رکھتے ہیں یا بہت زیادہ رکھتے ہیں۔

دوسری حیثیت سے دیکھیے کہ جس مخلوق میں احساس، ادراک اور ارادہ کی جتنی کمی ہے اتنی ہی فطرت اور قدرتِ الٰہی اس کی پرورش اور نشوونما کے فرائض کا بار خود اپنے اُوپر اُٹھائے ہے اور جیسے جیسے مخلوقات آنکھیں کھولتی جاتی ہے۔ فطرت اس بار کو اس کے احساس و ادراک و ارادہ کے مطابق ہر صنف مخلوق پر ڈالتی جاتی ہے۔ پہاڑوں کے لعل و گہر کی پرورش کون کرتا ہے؟ سمندر کی مچھلیوں کو کون پالتا ہے؟ جنگل کے جانوروں کی خور و پرداخت کا فرض کون انجام دیتا ہے؟ حیوانات کی بیماری اور گرمی سردی کی دیکھ بھال کون کرتا ہے؟ یہاں تک کہ سرد یا گرم مقامات کے رہنے والے حیوانوں اور پہاڑی، جنگلی اور صحرائی جانوروں میں بھی باوجود ایک ہی قسم کی نوع حیوان ہونے کے آب و ہوا کی مختلف ضروریات کی بنا پر آپ ان کی ظاہری حالتوں میں صریح فرق پائیں گے۔ یورپ کے کتے اور افریقہ کے کتے کی ضرورتوں میں موسم اور آب و ہوا کے اختلاف کے سبب سے جو اختلاف ہے اس کا سامان بھی فطرت خود اپنی طرف سے کرتی ہے اور اسی لئے مختلف آب و ہوا اور موسم کے ملکوں کے جانوروں میں پنجہ، بال، رُوئیں، کھال کے رنگ اور اَور چیزوں میں سخت اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہ تو حصولِ منفعت کی صُورتیں اور شکلیں تھیں، جن سے آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ جہاں جس حد تک احساس، ادراک اور ارادہ کی کمی ہے۔ فطرت اور قدرت خود اس کمی کی کفالت کر لیتی ہے اور جیسے جیسے مخلوقاتِ الٰہی درجہ بدرجہ بلوغ کے مرتبہ کو پہنچتی جاتی ہے۔ فطرت منافع کی صورتیں خود اُن کے قویٰ کے سپرد کر کے علیحدہ ہوتی جاتی ہے۔ انسان کو اپنی روزی کا سامان آپ کرنا پڑتا ہے۔ وہ کاشت کاری اور درختوں کے لگانے اور میووں کے پیدا کرنے کی محنت اُٹھاتا ہے۔ سردی گرمی سے بچنے کے لئے اس کو فطری کھال رُوئیں اور اُون نہیں دیئے گئے۔ اُس کا سامان

مختلف لباسوں کی شکل میں اس کو خود کرنا ہوتا ہے۔ بیماریوں اور زخموں کو دُور کرنے کے لئے اُس کو خود کوشش کرنی پڑتی ہے۔

دوسری طرف دیکھئے کہ جہاں جس حد تک احساس اور ارادہ کا ضُعف ہے، دشمنوں سے بچاؤ اور زندگی کی حفاظت کا سامان فطرت نے خود اپنے ذمّہ لے لیا ہے۔ مختلف جانوروں کو ان کی حفاظت کے لئے مختلف ذریعے دیئے گئے ہیں۔ کسی کو تیز پنجے، کسی کو نکیلے دانت، کسی کو سینگ، کسی کو اُڑنا، کسی کو تیرنا، کسی کو تیز دوڑنے کی قوت، کسی کو ڈنک، کسی کو دانتوں کا زہر، غرض مختلف آلات و اسلحہ سے خود فطرت نے ان کو مسلح کر دیا ہے۔ مگر غریب انسان کو دیکھو کہ اُس کے پاس اپنے بچاؤ کے لئے نہ ہاتھی کے بڑے بڑے دانت اور سونڈ ہیں۔ نہ شیروں کے نکیلے دانت اور پنجے ہیں، نہ بیلوں کے سے سینگ اور نہ کتوں اور سانپوں کا زہر، نہ بچھوؤں اور بھِڑوں کے ڈنک، غرض ظاہری حیثیت سے وہ ہر طرح نہتّا اور غیر مسلح بنا دیا گیا ہے۔ مگر ان سب کی جگہ اس کو احساس، ادراک، تعقل اور ارادہ کی زبردست قوتیں دی گئی ہیں، اور یہی معنوی قوتیں اُس کی ہر قسم کی ظاہری کمزوریوں کی تلافی کرتی ہیں۔ وہ اپنی ان معنوی قوتوں سے بڑے بڑے دانتوں اور سونڈوں والے ہاتھیوں کو زیر کر لیتا ہے تیز پنجے اور بڑے جبڑے والے شیروں کو چیر ڈالتا ہے۔ خوفناک زہریلے سانپوں کو پکڑ لیتا ہے۔ ہَوا کے پرندوں کو گرفتار کر لیتا ہے۔ پانی کے جانوروں کو پھنسا لیتا ہے۔ اور اپنے بچاؤ کے لئے سینکڑوں قسم کے ہتھیار، اسلحہ اور سامان پیدا کرتا رہتا ہے۔

دوستو! تم خواہ کسی مذہب اور کسی فلسفہ کے معتقد ہو تم کو یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ تمہاری انسانی ذمّہ داریوں کا اصلی سبب تمہارے احساس، ادراک، تعقل اور ارادے کی قوتیں ہیں۔ اسلام میں ان ذمّہ داریوں کا شرعی نام "تکلیف" ہے۔ یہ تکلیف خود تمہارے اندرونی اور بیرونی قویٰ کے مطابق تم پر عائد ہے۔ اسلام کا خدا یہ اصول بتاتا ہے:-

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ، (بقرہ ۴۰)

خدا کسی نفس کو "تکلیف" نہیں دیتا لیکن اس کی وسعت کے مطابق۔

یہی "تکلیف" کی ذمّہ داری اور فرض ہے جو دوسری جگہ "امانت" کے لفظ سے قرآن میں ادا ہُوا ہے۔ یہ امانت کا بار جمادات، نباتات، حیوانات، بلکہ بڑے پہاڑوں اور اُونچے آسمانوں کے سامنے پیش کیا گیا لیکن ان میں سے کوئی اُس کو اُٹھا نہ سکا۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔ (احزاب : ۹)

ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اس امانت کو پیش کیا تو انھوں نے (فطری عدم صلاحیت کی بنا پر زبانِ حال سے) اس کے اُٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈرے، پھر انسان نے اُس کو اُٹھا لیا۔ بیشک وہ ظالم اور نادان تھا۔

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید ‏ ‏ قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

ظالم و نادان دیوانۂ عشق کی دوسری تعبیر ہے۔ ظالم یعنی اپنی حد سے آگے بڑھ جانے والا۔ یہ صفت انسان کی عملی قوت کی بے اعتدالی کا اور "جاہل و نادان" ہونا اس کی عقلی و ذہنی قوت کی بے اعتدالی کا نام ہے۔ "ظلوم" کا مقابل "عادل" اور "جہول" کا مقابل "عالم" ہے۔ عدل اور علم جو بالفعل انسان کو حاصل نہیں ان کو حاصل کرنے کے لئے اس کی عملی قوت میں عدل یعنی میانہ روی اور اعتدال اور ذہنی قوت میں "علم" اور معرفت کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں عدل کا دوسرا نام "عملِ صالح" اور علم کا دوسرا نام "ایمان" ہے۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (العصر)

زمانہ کی قسم! بے شک انسان گھاٹے میں ہے۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے۔

یہ نقصان اور گھاٹا، ذہنی ظلم عملی اور جہلِ علمی ہے اور اس کا علاج "ایمان" یعنی علمِ صحیح اور "عدل" یعنی عملِ صالح ہے۔ اس واقعہ کی شہادت میں کہ انسانیت اُس وقت تک گھاٹے اور ٹوٹے میں ہے، جب تک اُس کو ایمان اور عملِ صالح کی توفیق نہ ملے اللہ تعالے نے زمانہ کو پیش کیا ہے۔ زمانہ سے مقصود وہ واقعات

حوادث اور آثار ہیں جو زمانہ کے آغاز سے آج تک دُنیا میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔
کارلائل کے مشہور فقرہ کے مطابق کہ "تاریخ صرف بڑے لوگوں کی سوانحعمریوں کے سلسلہ
کا نام ہے"، زمانہ کی تاریخ خود اس بات پر گواہ ہے کہ دُنیا میں وہ تمام قومیں اور قوموں
کے وہ تمام افراد ہمیشہ گھاٹے اور ٹوٹے میں رہے ہیں اور برباد و ہلاک ہوتے ہیں جو
ایمان اور عمل صالح سے محروم تھے۔

دُنیا کے تمام آسمانی صحیفے، تمام مذہبی کتابیں، تمام اخلاقی قصے اور انسانوں کے بننے
اور بگڑنے کی تمام حکایتیں، ظلم و جہل اور ایمان و عمل صالح کی دو رنگیوں سے معمور ہیں۔
ایک طرف ظلم، جہل، شر، تاریکی۔ دوسری طرف عدل، عمل صالح، خیر اور نور کی حکایتیں
داستانیں اور تاریخیں ہیں، اور جن افراد نے ان انسانی ذمہ داریوں کو قبول کیا، ان کی
تعریف اور جنہوں نے ان سے انکار کیا اُن کی بُرائی کے بیانات ہیں۔ یونانی ایلیڈ،
رومی ہیرلل لائوز، ایرانی شاہنامہ، ہندی مہابھارت اور رامائن اور گیتا کیا ہیں؟
ہر قوم کے سامنے اُس کے بڑے بڑے اشخاص اور اکابر رجال کی زندگیوں سے
علم و جہل، ظلم و عدل، خیر و شر اور ایمان و کفر کی معرکہ آرائیوں کی عبرت آموز مثالیں
ہیں تاکہ ہر قوم ظلم، شر اور کفر کے بُرے نتیجوں سے بچ کر عدل، خیر اور ایمان کی
مثالوں سے فائدہ اُٹھائے۔

تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک کے بیشتر مضامین کیا ہیں؟ ظالم، شریر
اور کافر قوموں اور افراد کی تباہی اور عادل، نیک اور مومن قوموں اور افراد کی
سعادت اور فلاح و کامیابی کی نظیریں، تاکہ ان کو سُن کر ظالم عادل بنیں، شریر نیک
ہوں اور کافر مومن بن جائیں۔ اسی لئے خاتم النبیین علیہ السلام سے پہلے ہر زمانے
میں اور ہر ملک میں خدا تعالیٰ کے پیغمبر اور فرستادے آئے کہ وہ اپنی اپنی قوموں کے
سامنے اپنی زندگی نمونہ کے طور پر پیش کریں۔ تاکہ اُن کی پوری قوم یا اُس کے نیک
افراد فلاح اور کامیابی حاصل کریں اور آخر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
"رحمت عالم" بنا کر بھیجا گیا تاکہ وہ تمام عالم کے لئے دُنیا میں اپنی زندگی کا نمونہ ہمیشہ

کے لئے چھوڑ جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن مجید
نے یہ اعلان کیا:۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۔ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۔ تو اے قریشیو! میں اس (دعوائے نبوت) سے پہلے تمہارے درمیان ایک عمر رہا ہوں کیا تم نہیں سمجھتے۔ (یونس)

اس آیت پاک میں درحقیقت وحی الٰہی نے خود اپنے پیغمبر کی سوانحعمری اور
سیرت کو اُس کی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔

بہرحال تاریخ کی دُنیا میں ہزاروں لاکھوں اشخاص نمایاں ہیں، جنہوں نے آنے
والوں کے لئے اپنی اپنی زندگیاں نمونہ کے طور پر پیش کی ہیں۔ ایک طرف شاہانِ عالم
کے باشان و شکوہ دربار ہیں۔ ایک طرف سپہ سالاروں کے جنگی پرے ہیں، ایک
طرف حکماء اور فلاسفروں کا متین گروہ ہے۔ ایک طرف فاتحین عالم کی پُرجلال صفیں
ہیں۔ ایک طرف شعراء کی بزم رنگیں ہے۔ ایک طرف دولت مندوں اور خزانوں کے
مالکوں کی بزم گدریاں اور کھنکھناتی تجوریاں ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک کی زندگی آدم
کے بیٹوں کو اپنی اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کارتھیج کا ہنی بال، مقدونیہ کا سکندر،
روم کا سیزر، ایران کا دارا، یورپ کا نپولین، ہر ایک کی زندگی کشش رکھتی ہے۔
سقراط، افلاطون، ارسطو، دیوجانیس اور یونان کے دوسرے مشہور فلسفیوں سے
لے کر اسپنسر تک تمام حکماء اور فلاسفروں کی زندگیوں میں ایک خاص رنگ نمایاں
ہے۔ نمرود و فرعون اور ابوجہل و ابولہب کی دوسری شخصیتیں ہیں۔ قارون کی ایک
الگ زندگی ہے۔

غرض دُنیا کے اسٹیج پر ہزاروں قسم کی زندگیوں کے نمونے ہیں، جو "بنی آدم" کی
عملی زندگی کے لئے سامنے ہیں، لیکن بتاؤ کہ ان مختلف اصنافِ انسانی میں سے
کس کی زندگی نوعِ انسان کی سعادت، فلاح اور ہدایت کی ضامن اور کفیل اور اس
کے لئے قابلِ تقلید نمونہ ہیں۔

ان لوگوں میں بڑے بڑے فاتح اور سپہ سالار ہیں جنہوں نے اپنی تلوار کی نوک سے دُنیا کے طبقے اُلٹ دیئے ہیں۔ لیکن کیا انسانیت کی فلاح وہدایت کے لئے انہوں نے کوئی نمونہ چھوڑا۔ کیا اُن کی تلوار کی کاٹ میدانِ جنگ سے آگے بڑھ کر انسانی اوہام وخیالات فاسدہ کی بیڑیوں کو بھی کاٹ سکی؟ انسانوں کے باہمی برادرانہ تعلقات کی گتھی بھی سلجھا سکی؟ انسانی معاشرت کا کوئی خاکہ پیش کر سکی؟ ہماری روحانی مایوسیوں اور ناامیدیوں کا کوئی علاج بتا سکی؟ ہمارے دلوں کی ناپاکی اور زنگ کو مٹا سکی؟ ہمارے اخلاق اور اعمال کا کوئی نقشہ بنا سکی؟

دُنیا میں بڑے بڑے شاعر بھی پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن خیالی دُنیا کے یہ شہنشاہ عملی دُنیا میں بالکل بیکار ثابت ہوئے۔ اسی لئے افلاطون کے مشہور نظامِ حکومت میں اُن کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی گئی۔ ہومر سے لے کر آج تک فوری جوش وہنگامہ کی پیدائش اور خیالی لذت والم کی افزائش کے سوا نسلِ انسانی کو اس کی زندگی کے مشکلات دور کرنے کے لئے یہ لوگ کوئی صحیح مشورہ نہ دے سکے۔ کیونکہ اُن کی شیریں زبانیوں کے پیچھے اُن کے حسنِ عمل کا کوئی خوشنما نمونہ نہ تھا۔ اسی لئے قرآنِ پاک نے کہا :-

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ؕ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ۙ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ -

(شعراء ع ۱۱)

اور شاعر ان کی پیروی بہکے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں اور جو کہتے ہیں اس کو کرتے نہیں، لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے۔

قرآنِ پاک نے ان کی شیریں زبانی کے بے اثر ہونے کا فلسفہ بھی بتا دیا کہ وہ خیالات کی وادیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں اور ایمان وعملِ صالح کے جوہر سے خالی ہوتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اس دولت سے مالا مال ہوں تو کچھ نہ کچھ ان کی باتوں میں ضرور اثر ہوگا۔ تاہم وہ اصلاح وہدایت کے عظیم الشان فریضہ کو ادا نہیں کر سکتے۔ دُنیا کی تاریخ خود اس واقعہ پر گواہ ہے۔

حکماء اور فلاسفر جنہوں نے بارہا اپنی عقلِ رسا سے نظامِ عالم کے نقشے بدل دیئے ہیں جنہوں نے عجائباتِ عالم کی طلسم کشائی کے حیرت انگیز نظریئے پیش کئے ہیں۔ وہ بھی انسانیت کے نظامِ ہدایت کا کوئی عملی نقشہ پیش نہ کر سکے۔ اور نہ فرائضِ انسانی کی طلسم کشائی میں کوئی عملی امداد دے سکے کہ ان کی دقیق نکتہ سنجیوں اور بلند خیالیوں کے پیچھے بھی حسنِ عمل کا کوئی نمونہ نہ تھا۔

ارسطو نے فلسفۂ اخلاق کی بنیاد ڈالی۔ ہر یونیورسٹی میں اس کے ایتھکس پر بہترین لکچر دیئے جاتے ہیں اور اخلاقی مسائل میں اس کی نکتہ آفرینیوں کی داد دی جاتی ہے لیکن سچ بتاؤ اس کو پڑھ کر یا سن کر نوعِ انسانی کے کتنے افراد راہِ راست پر آئے۔ آج دُنیا کی ہر یونیورسٹی میں ایتھکس کے بڑے بڑے لائق پروفیسر اور اساتذہ موجود ہیں۔ مگر ان کے علمِ اخلاق کے فلسفیانہ رموز واسرار کا دائرۂ اثر ان درسگاہوں کی چہار دیواریوں سے کبھی آگے بڑھ سکا؟ یا بڑھ سکتا ہے؟ اس لئے کہ جب ان کمروں سے نکل کر وہ باہر میدان میں آتے ہیں تو اُن کی عملی زندگی عام افرادِ انسانی سے ایک انچ بھی بلند نہیں ہوتی اور انسان کانوں سے نہیں آنکھوں سے بنتا ہے۔

دُنیا کے اسٹیج پر بڑے بڑے بادشاہ اور حکمران بھی رونما ہوئے ہیں جنہوں نے کبھی کبھی چار دانگِ عالم پر حکومت کی ہے۔ قوموں کی جان ومال پر قابض ہوئے ہیں۔ ایک مُلک کو اُجاڑا اور دوسرے کو بسایا ہے۔ ایک قوم کو گھٹایا اور دوسری کو بڑھایا ہے۔ ایک سے چھینا اور دُوسرے کو دیا ہے۔ مگر ان کا عام نقشہ وہی رہا جس کو قرآنِ پاک نے ایک آیت میں ملکۂ سبا کی زبان سے ادا کیا ہے :-

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۔

(سبا ع ۳)

بے شک بادشاہ جب کسی آبادی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو بگاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

ان کی تلواروں کی رعاکی نے آبادیوں اور بستیوں کے مجرموں کو روپوش کر دیا۔ لیکن تنہائیوں اور خلوت خانوں کے روپوش مجرموں کو وہ باز نہ رکھ سکی۔ انہوں نے

بازاروں اور راستوں میں امن و امان قائم کیا۔ لیکن دلوں کی بستی میں وہ امن و امان قائم نہ کر سکے۔ انھوں نے ملک کا نظم و نسق درست کیا۔ لیکن روحوں کی مملکت کا نظم و نسق ان سے درست نہ ہو سکا۔ بلکہ ہر قسم کی روحانی بربادی انہی کے درباروں سے نکل کر ہر جگہ پھیلتی رہی۔ کیا سکندر اور سیزر جیسے بڑے بڑے بادشاہ بھی ہمارے لئے کچھ چھوڑ گئے؟

بڑے بڑے مقنن سولن سے لے کر اس وقت تک پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن ان کے قانون کی عمر نے بقا کی دولت نہ پائی اور اُس کے ماننے والوں کو دل کی صفائی کا راز نہ ملا۔ دُوسرے دَور کے حاکموں اور عدالتوں نے خود اس کو حرفِ غلط سمجھ کر مٹا دیا اور اپنی مرضی اور اپنی مصلحتوں کے مطابق، نہ کہ انسانوں کی اصلاح کی خاطر اس کی جگہ دوسرا قانون بنا لیا اور آج بھی یہی حالت قائم ہے۔ آج اس مہذب دورِ حکومت میں بھی یہی صُورت قائم ہے کہ آئین ساز مجلسیں بنائی گئی ہیں جو اپنے ہر اجلاس میں آج جو بناتی ہیں کل اس کو مٹاتی ہیں اور یہ سب کچھ انسانوں کی خاطر نہیں، بلکہ حکومتوں کی خاطر ہوتا رہتا ہے۔

عزیز دوستو! تم نے صنفِ انسانی کے بلند پایہ طبقوں میں سے جن سے انسانوں کی بھلائی اور سدھار کی توقعات ہو سکتی ہیں، ہر ایک کا جائزہ لے لیا۔ غور سے دیکھو! اس وقت دُنیا میں جہاں کہیں بھی نیکی کی روشنی اور اچھائی کا نُور ہے۔ جہاں کہیں بھی خلوص اور دل کی صفائی کا اُجالا ہے، کیا وہ صرف ان ہی بزرگوں کی تعلیم اور ہدایت کا نتیجہ نہیں ہے جن کو تم انبیائے کرامؑ کے نام سے جانتے ہو؟ پہاڑوں کے غار، جنگلوں کے جھنڈ، شہروں کی آبادیاں۔ غرض جہاں بھی رحم، انصاف، غریبوں کی مدد، یتیموں کی پرورش اور نیکیوں کا سراغ ملتا ہے وہ اسی برگزیدہ جماعت کے کسی نہ کسی فرد کی دعوت اور پکار کا دائمی اثر ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق:-

إِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ	کوئی قوم نہیں جس میں (کوئی انسانوں کو) ہُشیار کرنے والا نہ گزرا۔
(ملائکہ)	
وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (رعد)	اور ہر قوم کے لئے ایک رہنما ہے۔

آج ہر قوم اور ہر مُلک میں ان ہی کی برکتوں کا اُجالا نظر آتا ہے اور ہر طرف ان ہی کی پکاروں کی آواز بازگشت سُنائی دیتی ہے۔ افریقہ کے وحشی ہوں یا یورپ کے مہذب، سب کے دلوں کی صفائی ان ہی کے سرچشموں سے ہوتی ہے اور ہو رہی ہے اوپر جتنے بلند پایہ اور عالی رُتبہ انسانی طبقوں کے نام آئے ہیں، ان میں سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ وہ طبقہ ہے جو بادشاہوں کی طرح جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر حکومت کرتا ہے۔ اس کی حکمرانی کی زمین، دُنیا کی مملکت نہیں بلکہ دلوں کی مملکت ہے جو گو سپہ سالاروں کی طرح تیغ بکف نہیں، تاہم وہ گناہوں کے پرے اور آلودگیوں کی صفیں دم کے دم میں اُلٹ دیتا ہے۔ وہ گو خیالی شاعر نہیں، لیکن اس کی شیریں بیانیوں کے ذائقے سے اب تک انسانوں کے کام و دہن لُطف اُٹھا رہے ہیں۔ وہ گو ظاہری طور پر قانون ساز مجلسوں کے پریذیڈنٹ نہ تھے۔ لیکن صدہا اور ہزار ہا سال گزر جانے کے بعد بھی ان کا قانون اسی طرح زندہ ہے، جو خود حاکموں اور عدالتوں پر حکمران ہے اور بلاتفریق شاہ و گدا اور بادشاہ و رعایا سب پر یکساں جاری ہے۔

یہاں مذہب اور اعتقاد کا سوال نہیں، بلکہ علمی تاریخ کا سوال ہے کہ آیا یہ واقعہ ہے یا نہیں؟ پاٹلی پتر کے راجہ اشوکا کے احکام صرف پتھر کی لاٹوں پر کندہ ہیں۔ مگر بدھ کا حکم دلوں کی تختیوں پر منقوش ہے۔ اجین، ہستناپور (دہلی)، اور قنوج کے راجاؤں کے احکام مٹ چکے ہیں۔ لیکن منوجی کا دھرم شاستر اب تک نافذ اور جاری ہے۔ بابل کے سب سے پہلے قانون ساز بادشاہ حمورابی کے قانونی دفعات مٹی کے ڈھیر میں دفن ہو گئے۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم آج بھی موجود ہے۔ فرعون کی ندائے أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ کتنے دن قائم رہی؟ مگر حضرت موسےٰ علیہ السلام کے اعجاز کا آج بھی زمانہ معترف ہے۔ سولن کے بنائے ہوئے قانون کتنے دن چل سکے؟ مگر تورات کا آسمانی قانون آج بھی انسانوں میں عدل کی ترازو ہے۔ وہ رومن لاء جس نے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو عدالت میں گنہگار ٹھہرایا تھا، صدیاں گزریں کہ معدوم ہو چکا۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم و ہدایت

آج بھی گناہ گاروں کو نیک اور مجرموں کو پاک بنانے میں اسی طرح مصروف ہے۔ مکّہ کے ابوجہل، ایران کے کسریٰ، اور روم کے قیصر کی حکومتیں مٹ گئیں۔ مگر شہنشاہِ مدینہ کی فرمانروائی بدستور قائم اور مسلّم ہے۔

دوستو! میرے گزشتہ بیانات نے اگر تمہارے دلوں میں تشفّی کا کوئی اثر پیدا کیا ہے، تو صرف اپنے عقیدے سے نہیں، بلکہ عقلی استدلال اور دُنیا کی عملی تاریخ سے تمہارے دلوں میں یہ یقین پیدا ہو گیا ہو گا کہ بنی نوعِ انسان کی حقیقی بھلائی، اعمال کی نیکی، اخلاق کی بہتری، دلوں کی صفائی اور انسانی قویٰ میں اعتدال اور میانہ روی پیدا کرنے کی کامیاب کوششیں اگر کسی طبقۂ انسانی نے انجام دی ہیں تو وہ صرف انبیائے کرام کا طبقہ ہے جو خدا کے فرستادہ ہو کر اس دُنیا میں آئے اور دُنیا کو نیک تعلیم اور ہدایت دے کر اپنے بعد بھی لوگوں کے لئے چلنے کا ایک راستہ بنا کر چھوڑ گئے جن کی تعلیم و عمل کے سرچشمہ سے بادشاہ و رعایا، امیر و غریب، جاہل اور عالم سب برابر کا فیض پا رہے ہیں۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا

اور ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم پر اپنی حجت پیش کرنے کے لئے) یہ دلیل عنایت کی، ہم جس کو چاہتے ہیں بدرجہا بلند کر دیتے ہیں، بے شک تیرا پروردگار حکمت والا اور علم والا ہے اور ہم نے اُن (ابراہیمؑ) کو اسحاق اور یعقوب عطا کئے، ہر ایک کو (ان میں سے) ہدایت بخشی اور ہم نے (ابراہیمؑ سے) پہلے نوحؑ کو ہدایت دی اور ان (ابراہیمؑ) کی نسل سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسفؑ اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت دی) اور ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت دی)

عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ

(الانعام ع ۱۰)

ہر ایک (اُن میں کا) صالح لوگوں میں تھا اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ان میں سے ہر ایک کو دنیا (میں اُسکے زمانہ کے لوگوں) پر فضیلت بخشی اور ان کے بزرگوں اور اُن کی اولادوں اور اُن کے بھائیوں میں سے ان کو چنا اور ان کو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کی، یہی خدا کی ہدایت ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے، اگر وہ شرک کرتے تو ان کے سارے کام برباد ہو جاتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور قوتِ فیصلہ اور پیغمبری عنایت کی، تو اگر یہ لوگ (جو اُن کے نام لیوا آج موجود ہیں) ان نعمتوں کی ناشکری کریں تو ہم نے ان نعمتوں کو ایسے لوگوں (یعنی مسلمانوں) کے سپرد کر دیا جو اُن کی ناقدری نہیں کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تو تو بھی انہی کی ہدایت کی پیروی کر۔"

ان پاک آیتوں میں انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے اصنافِ انسانی میں سے ایک خاص طبقہ کے بیشتر افراد کے نام بتائے گئے ہیں جن کی پیروی اور تقلید ہماری روحانی بیماریوں کا علاج اور اخلاقی کمزوریوں کا درماں ہے۔ یہی وہ مقدس گروہ ہے جو خدا تعالےٰ کی بسائی تمام آبادیوں میں پھیلا اور مختلف زمانوں میں اپنی تعلیم و ہدایت کا چراغ روشن کرتا رہا۔ آج انسان کے سرمایہ میں فلاح، سعادت اخلاق، نیک اعمال اور بہترین زندگیوں کے جو کچھ اثرات و نتائج ہیں وہ سب ان ہی بزرگوں کے فیوض و برکات ہیں، وہ جگہ جگہ اپنے نقشِ قدم چھوڑ گئے اور

دُنیا کم وبیش انہی پر چل کر اپنی کوششوں کی کامیابی کو ڈھونڈ رہی ہے۔

نوحؑ کا جوشِ تبلیغ، ابراہیمؑ کا ولولۂ توحید، اسحاقؑ کی وراثتِ پدری، اسمٰعیلؑ کا ایثار، موسیٰؑ کی سعی و کوشش، ہارونؑ کی رفاقتِ حق، یعقوبؑ کی تسلیم، داؤدؑ کا غربتِ حق پہ ماتم، سلیمانؑ کا سروِ حکمت، زکریاؑ کی عبادت، یحییٰؑ کی عفت، عیسیٰؑ کا زہد، یونسؑ کا اعترافِ قصور، لوطؑ کی جانفشانی، ایوبؑ کا صبر، یہی وہ حقیقی نقش و نگار ہیں جن سے ہماری روحانی اور اخلاقی دُنیا کا ایوان آراستہ ہے اور جہاں کہیں ان صفاتِ عالیہ کا وجود ہے وہ انہی بزرگوں کی مثالوں اور نمونوں کا عکس ہے۔

انسانوں کی عمدہ معاشرت، صحیح تمدن اور اعلیٰ سیرت کی تکمیل اور کائنات کے اندر اس کو اشرف المخلوقات کا مرتبہ حاصل کرانے میں یقیناً تمام کارکن طبقاتِ انسانی کا حصہ ہے۔ ہیئت دانوں نے ستاروں کی چالیں بتائیں۔ حکماء نے چیزوں کے خواص ظاہر کئے۔ طبیبوں نے بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے۔ مہندسوں نے عمارتوں کا فن نکالا۔ صنّاعوں نے ہنر اور فن پیدا کئے۔ ان سب کی کوششوں سے مل کر یہ دُنیا تکمیل کو پہنچی۔ اس لئے ہم ان سب کے شکر گزار ہیں۔ مگر سب سے زیادہ ممنون ہم ان بزرگوں کے ہیں جنہوں نے ہماری اندرونی دُنیا کو آباد کیا۔ جنہوں نے ہماری حرص و ہویٰ کی اندرونی چالیں درست کیں۔ ہماری روحانی بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے۔ ہمارے جذبات، ہمارے احساسات اور ہمارے ارادوں کے نقشے درست کئے۔ ہمارے نفوس و قلوب کے عروج و تنزل کا فن ترتیب دیا۔ جس سے دُنیا کے صحیح تمدن اور صحیح معاشرت کی تکمیل ہوئی، اخلاق و سیرتِ انسانیت کا جوہر قرار پایا۔ نیکی اور بھلائی ایوانِ عمل کے نقش و نگار ٹھہرے۔ خدا و بندہ کا رشتہ باہم مضبوط ہوا اور روزِ الست کا بھولا ہوا وعدہ ہم کو یاد آیا۔ اگر ہم انسانی سرشت کے ان رموز و اسرار اور نیکی و سعادت کی ان پیغمبرانہ تعلیمات سے ناواقف ہوتے تو کیا یہ دُنیا کبھی تکمیل کو پہنچ سکتی؟ اس لئے اس برگزیدہ اور پاک طبقۂ انسانی کے احسانات ہم انسانوں پر سب سے زیادہ ہیں اور اس لئے ہر فردِ انسانی پر خواہ وہ کسی صنف سے تعلق رکھتا ہو ان کی شکر گزاری

کا اظہار واجب ہے۔ اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلوٰۃ و سلام ہے، جو ہمیشہ ہی انبیائے کرام کے نامِ نامی کے ساتھ ساتھ ہم ادا کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْھِمْ وَسَلِّمْ۔

حضرات! یہ نفوسِ قدسیہ اپنے اپنے وقت پر آئے اور گزر گئے۔ اس عالمِ فانی کی کوئی چیز ابدی نہیں۔ ان کی زندگیاں خواہ کتنی ہی مقدس اور معصوم ہوں تاہم وہ دوام و بقاء کی دولت سے سرفراز نہ تھیں۔ اس لئے آئندہ آنے والوں انسانوں کے لئے جو چیز رہبر ہو سکتی ہے، وہ ان کی زندگیوں کی تحریری اور روایتی عکس اور تصویریں ہیں۔ ہمارے پاس اس کے سوا اس سرمایۂ سعادت کی حفاظت کا کوئی اور طریقہ نہیں۔

دُنیا میں پچھلے عہد کے علوم، فنون، خیالات، تحقیقات، واقعات اور حالات کے جاننے کا اس کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں۔ انسانی زندگیوں کے انہی تحریری اور روایتی عکسوں اور تصویروں کا نام تاریخ اور سیرت ہے۔ ہماری زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں ممکن ہے کہ ہر سانحۂ زندگی میں کوئی نہ کوئی عبرت و بصیرت ہو لیکن ہماری اخلاقی اور روحانی زندگی کی تکمیل و تزکیہ کے لئے صرف انبیائے کرام اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والی ہستیوں کی تاریخیں اور سیرتیں ہی کارآمد اور مفید ہو سکتی ہیں۔ اب تک دُنیا نے اُن ہی سے فیض پایا ہے اور آئندہ بھی انہی سے فیض پا سکتی ہے۔ اس لئے دُنیا کا اپنے تزکیہ اور تکمیلِ روحانی کے لئے ان برگزیدہ ہستیوں کی سیرتوں کی حفاظت سب سے بڑا اہم فرض ہے۔

بہتر سے بہتر فلسفہ، عمدہ سے عمدہ تعلیم، اچھی سے اچھی ہدایت زندگی نہیں پا سکتی اور کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اگر اس کے پیچھے کوئی ایسی شخصیت اس کی حامل اور عامل ہو کر قائم نہیں ہے جو ہماری توجہ، محبت اور عظمت کا مرکز ہو۔ جس جہاز "کرد کردیا" نامی سے ہم اوائل فروری ۱۹۲۴؁ء میں حجاز و مصر سے واپس آرہے تھے۔ اتفاق سے مشہور شاعر ڈاکٹر ٹیگور بھی اسی پر امریکہ کے سفر سے واپس ہو رہے تھے۔ ایک رفیقِ سفر نے اُن سے سوال کیا کہ برہمو سماج کی ناکامی کا سبب کیا ہے؟ حالانکہ اُس کے اصول بہت منصفانہ، صلحِ کل کے تھے۔ اس کی تعلیم تھی کہ سارے مذہب سچے اور کل مذہبوں کے

بانی اچھے اور نیک لوگ تھے۔ اس میں عقل اور منطق کے خلاف کوئی چیز نہ تھی، وہ موجودہ تمدن، موجودہ فلسفہ اور موجودہ حالات کو دیکھ کر بنایا گیا تھا۔ تاہم اس نے کامیابی حاصل نہ کی۔ فلسفی شاعر نے جواب میں کتنا اچھا نکتہ بیان کیا کہ "یہ اس لئے ناکامیاب ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی شخصی زندگی اور عملی سیرت نہ تھی جو ہماری توجہ کا مرکز بنتی اور ہماری نیکوکاری کا نمونہ بنتی۔" اس نکتہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اپنے نبی کی سیرت اور عملی زندگی کے بغیر ناکام ہے۔

غرض ہم کو اپنی ہدایت اور رہنمائی کے لئے معصوم انسانوں، بے گناہ ہستیوں اور ہر حیثیت سے باکمال بزرگوں کی ضرورت ہے اور وہ صرف انبیاء کرام ہیں۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

خطباتِ مدراس

(سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر آٹھ خطبے)

۳

سن اشاعت

جمادی الاوّل ۱۴۰۷ھ جنوری ۱۹۸۷ء

مطبوعہ

سیما آفسیٹ پریس گلی مدرسے والی، چوڑیوالان۔ دہلی ۱۱۰۰۰۶

پبلشر

عماد پبلی کیشنز 872 گلی مدرسے والی، چوڑیوالان، دہلی ۱۱۰۰۰۶

بدل اشتراک

بارہ روپے

دہلی ڈسٹری بیوٹر

مرکزی ادارہ تبلیغ دینیات، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۱۱۰۰۰۶

ملنے کے پتے

عماد پبلی کیشنز 872 گلی مدرسے والی، چوڑیوالان، دہلی ۱۱۰۰۰۶

مرکزی ادارہ تبلیغ دینیات، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۱۱۰۰۰۶